www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا محمد عبد الغفور رمضان پوری بہاری (ترجمہ با محاورہ از پروفیسر حافظ ثناء اللہ خاں)

مفید الاحناف

قسط نمبر ۳

ایک صورتِ ایتلاف

سوال۔ ایک مثل ہونے سے وقتِ ظہر گزر کر وقتِ نماز عصر ہو جاتا ہے یا نہ؟

جواب۔ صاحبین کے نزدیک ہو جاتا ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔ نفع المفتی والسائل میں مولانا محمد عبد الحیٔ تحریر فرماتے ہیں:

وعنده اذا صار ظل كل شيء مثليه خرج وقت الظهر ودخل وقت العصر وعندهما اذا صار ظل كل شيء مثله كذا في جامع المضمرات وفي الحمادية عن الظهيرية والفتوى على قولهما وعن التاسيس وعندنا كما قالا وعن الاسرار وقولهما مقتدى آه وفي الدر المختار روى عنه مثله وهو قولهما وقول زفر والائمة الثلثة قال الامام الطحاوي وبه ناخذ وفي غرر الاذكار وهو الماخوذ به وفي البرهان وهو الاظهر لبيان جبرئيل وهو نص في الباب وفي الفيض وعليه عمل الناس اليوم وبه يفتى آه وفي خزانة الروايات عن ملتقى البحار ان اباحنيفة قد رجع في خروج وقت الظهر ودخول وقت العصر الى قولهما آه قلت والواقف للماهر على ادلة الفريقين يعلم قطعاً كون قولهما قويا وكون قوله ضعيفا فلا عبرة لفتوى من افتى به ۱۲

ترجمہ:۔ امام صاحب کے نزدیک جب کسی چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم اور عصر کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت شروع ہو جاتا ہے مگر صاحبین کے ہاں جب ہر شے کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اسی طرح جامع المضمرات اور فتاویٰ حماویہ میں ظہیریہ سے منقول ہے اور فتوے صاحبین کے قول پر ہے۔ تاسیس اور اسرار سے منقول ہے کہ ہمارے نزدیک بھی صاحبین کے قول کی اقتدار کی گئی، اور درمختار میں ہے کہ امام صاحب سے بھی، صاحبین کے قول یعنی ایک مثل پر عصر ہونا، مروی ہے اور یہ قول صاحبین، زفر اور ائمہ ثلاثہ کا ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہم بھی ایک مثل کو اختیار کرتے ہیں اور غرر الاذکار میں بھی ایک مثل کو اختیار کیا گیا ہے اور برہان میں ایک مثل ظاہر تر ہے حضرت جبریل کے اس بیان کی وجہ سے جو اس سلسلہ میں نص قطعی ہے۔ فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا عمل رہا اور اسی پر فتوے دیا جاتا رہا۔ خزانۃ الروایات میں ملتقی البحار سے منقول ہے کہ امام صاحب نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول ایک مثل پر ظہر کا وقت ختم ہونے اور عصر کا وقت شروع ہونے کی طرف رجوع کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فریقین کے دلائل سے واقف کار شخص بخوبی جانتا ہے کہ صاحبین کا قول قوی ہے اور امام صاحب کا قول ضعیف ہے لہذا اس شخص کا فتوے معتبر نہیں ہے جو امام ابو حنیفہ کے مشہور قول پر دے۔

سوال۔ نفرض کو جیسا کہ بعد رکعتین اولیین کے اقتصار سورۂ فاتحہ پر کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی اس کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ جائز ہے۔ ردالمحتار ص۳۳۲ میں ہے:۔

لو ضم الیھا سورۃ لا باس بہ لان القراءۃ فی الاخریین مشروعۃ من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لا واجب فکان الضم خلاف الاولی وذلک لا ینافی المشروعیۃ والاباحۃ اھ

ترجمہ اگر پچھلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملالے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ پچھلی دونوں رکعات میں بغیر تعیین کے قرأت مشروع ہے اور صرف سورہ فاتحہ کی تلاوت بھی مسنون ہے واجب نہیں مگر سورہ کا ملا کر پڑھ لینا ثانوی حیثیت کا حامل ہے لیکن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اس کے مشروع اور جائز ہونے کے منافی نہیں ہے۔

سوال۔ مابین اذان مغرب و فرض کے دو رکعت نفل پڑھنا مباح ہے یا نہ؟

جواب۔ قبل فرض مغرب کے مباح ہے در مختار میں ہے:۔

وحرر اباحة رکعتین خفیفتین قبل المغرب واقرہ فی البحر والمصنف اھ

ترجمہ:۔ اور مغرب سے قبل ہلکی سی دو رکعات کو جائز لکھا ہے اور بحر الرائق میں اور مصنف نے اس کا اقرار کیا ہے۔

مولانا عبد الحی بحر العلوم نے ارکانِ اربعہ میں تحریر کیا ہے:۔

وقد روی عبد اللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلوا قبل المغرب ثم قال صلوا قبل المغرب اھ وعن انس کان المؤذن اذا اذان قدم ناس من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبتدرون السواری حتی یخرج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھم کذلک یصلون اھ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز پڑھو مغرب سے پہلے، پھر فرمایا نماز پڑھو مغرب سے پہلے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مؤذن جب اذان کہتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے لوگ جلدی جلدی ستونوں کی طرف بڑھتے حتی کہ جب آپ تشریف لاتے تو وہ سب (مغرب کے فرضوں سے پہلے) نماز پڑھ رہے ہوتے الخ

اور مولانا محمد عبد الحی نے سعایہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

فلو صلی احیانا بحیث لم یلزم منہ تاخیر المغرب لم یکرہ البتۃ کما ھو مقتضی تطبیق الاحادیث بعضھا ببعض اھ

ترجمہ:۔ اگر اتفاقاً کوئی شخص اس طرح نفل پڑھے کہ فرض نماز میں تاخیر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ بعض احادیث کی آپس میں تطبیق کا یہی تقاضا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال۔ کیا آٹھ ہی رکعت تراویح سنت ہے؟

جواب۔ ہاں۔ مگر باقی مستحب ہے۔ ردالمحتار کے ص ۴۹۵ میں ہے۔

وذکر فی الفتح ان مقتضی الدلیل کون المسنون منھا ثمانیۃ والباقی مستحبا وتمامہ فی البحر اھ ــــ ترجمہ اور فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ دلیل کا تقاضا آٹھ رکعت کا سنت (مسنون) ہوتا ہی ہے اور باقی مستحب ہیں۔ اس کی پوری بحث بحرالرائق میں ہے۔

سوال بنظر دفع بلا مثل وباء وغیرہ کے نماز فرض فجر میں بعد رکوع کے قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہ؟

جواب۔ جائز ہے ردالمحتار کے ص ۶۲۸ میں ہے۔

فیقنت الامام فی الجھریۃ اھ یوافقہ ما فی البحر والشرنبلالیۃ عن شرح النقایۃ عن الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجھر وھو قول الثوری واحمد اھ وکذا ما فی شرح الشیخ اسمعیل عن البنایۃ اذا وقعت نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجھریۃ لکن فی الاشباہ عن الغایۃ قنت فی صلوۃ الفجر اھ وھل المقتدی مثلہ ام لا وھل القنوت ھنا قبل الرکوع ام بعدہ لم اراہ والذی یظھر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ یقنت بعد الرکوع لا قبلہ الخ ــــــــــــ

ترجمہ۔ پس جہری نماز میں امام قنوت پڑھے اور یہ بحرالرائق اور شرنبلالیہ میں جو شرح نقایہ سے منقول ہے اس کے موافق ہے اور اس میں غایہ سے منقول ہے کہ اگر مسلمانوں پر بلا نازل ہو تو امام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے اور یہ قول ثوری اور احمد کا ہے۔ اسی طرح شرح میں شیخ اسماعیل کے بنایہ سے منقول ہے کہ جس وقت کوئی بلا آئے تو امام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے لیکن اشباہ میں غایہ سے منقول ہے کہ نماز فجر میں قنوت پڑھے لیکن میں نے نہیں دیکھا کہ مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یا نہ پڑھے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے یا بعد میں مگر معلوم یہی ہوتا ہے کہ جب امام جہر کرے تو مقتدی اپنے امام کی پیروی میں آمین کہے اور قنوت رکوع کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد پڑھے نہ کہ رکوع سے پہلے۔

سوال۔ حدیثِ خرباق یعنی ذوالیدین منسوخ ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ رد المختار صفحہ ۴۲۴ میں ہے:

و منع النسخ بان حدیث ذی الیدین رواہ ابو ھریرۃ و ھو متاخر الاسلام و اجیب بجواز ان یرویہ عن غیرہ ولم یکن حاضرا و تمامہ فی الزیلعی قال فی البحر و ھو غیر صحیح لما فی صحیح مسلم عنہ بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وساق الواقعۃ و ھو صریح فی حضورہ و لم ار عنہ جوابا شافیا اھ

ترجمہ اور ذوالیدین کی حدیث کو ابوہریرہ کے بیان کرنے کی وجہ سے منسوخ سمجھنے کی تردید کی گئی ہے کہ بے شک ابوہریرہ بعد میں اسلام لائے مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہی حدیث دوسرے لوگوں سے سن کر بیان کی ہو اور وہ خود موجود نہ ہوں۔ اس کی پوری بحث زیلعی میں ہے ــــ بحر الرائق میں ہے کہ ابوہریرہ کا اس واقعہ کے وقت موجود نہ ہونا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے ان الفاظ میں یہ حدیث مروی ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور بیان کیا اس واقعہ کو اس سے تو ان کا حاضر ہونا واضح ہے اور میں نے اس کا کوئی شافی جواب نہیں دیکھا۔

سوال۔ حدیثِ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا منسوخ ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ رد المختار صفحہ ۴۸۳ میں ہے:

قد ورد فی الصحیحین وغیرھما عن ابی قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کان یصلی و ھو حامل امامۃ بنت زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاذا سجد وضعھا و اذا قام حملھا وقد اجیب عنہ باجوبۃ منھا ما ذکرہ الشارح انہ منسوخ بما ذکرہ من الحدیث و ھو مردود بان حدیث ان فی الصلوۃ لشغلا کان قبل الھجرۃ و قصۃ امامۃ بعدھا و منھا ما فی البدائع انہ صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لم یکرہ منہ ذلک لانہ کان محتاجا الیہ لعدم من یحفظہا او للتشریع بالفعل ان ہذا غیر مفسد و مثلہ ایضا فی زماننا لا یکرہ لواحد منا فعلہ عند الحاجۃ اما بدونہا فمکروہ اھ و قد اطال المحقق ابن امیر حاج فی الحلیۃ فی ہذا المحل ثم قال ان کونہ للتشریع بالفعل ہو الصواب الذی لا یعدل عنہ کما ذکرہ النووی فانہ ذکر بعضہم انہ بالفعل اقوی من القول ففعلہ ذلک لبیان الجواز الخ

ترجمہ: صحیحین وغیرہ میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کی بیٹی امامہ یعنی اپنی نواسی کو گود میں لے کر نماز پڑھ رہے تھے جب سجدہ کرتے تو اس کو رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے اس کا جواب کئی طرح دیا گیا ایک تو وہ ہے جسے شارح نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے جس میں ان فی الصلوۃ لشغلا ہے لیکن یہ قبل از ہجرت تھی اور امامہ کا قصہ ہجرت کے بعد کا ہے۔ دوسرا جواب وہ ہے جو بدائع میں ہے کہ نبی اکرمؐ کا یہ فعل مکروہ نہیں کیونکہ آپؐ نے یہ ضرورت کے تحت کیا ہے۔ اس لیے کہ امامہ کو سنبھالنے والا کوئی دوسرا شخص نہیں تھا یا اس فعل کی مشروعیت ظاہر کرنے کے لیے آپ نے ایسا کیا کہ ضرورت کے وقت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور مفسدِ نماز نہیں اور ہمارے زمانے میں بھی کوئی ضرورت کے لیے ایسا کر لے تو مکروہ نہیں لیکن بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ محقق ابن امیر حاج نے حلیہ میں اس مقام میں طویل تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ بیشک اس فعل کا کرنا مشروعیت بتانے کے لیے ہی درست ہے جس سے انکار ممکن نہیں جیسا کہ امام نووی نے ذکر کیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ فعل سے مشروع بتانا قول سے اقوی ہے پس آپ کا یہ فعل بیان جواز کے لیے تھا ——————— اور تعلیق الممجد میں ہے:

قال النووی ادعی بعض المالکیۃ انہ منسوخ و بعضہم انہ من الخصائص و بعضہم انہ لضرورۃ و کلہا دعاوی باطلۃ مردودۃ لا دلیل علیہا الخ

ترجمہ: نووی کہتے ہیں کہ بعض مالکیہ نے اس حدیث کے منسوخ ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ بعض آپ کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ